www.emarsiya.com

بھائی کے پاس شاہ کا جانا کہوں میں کیا — اک اک قدم پہ ٹھوکریں کھانا کہوں میں کیا
ہاتھوں سے سر پہ خاک اڑانا کہوں میں کیا — منہ چوم کر گلے سے لگانا کہوں میں کیا
بھائی سے ایسے لپٹے کہ سب خوں میں بھر گئے
منہ رکھ کے پائے شاہ پہ عباس مر گئے

قاصد جو سب یہ حالِ علمدار کہہ چکا — مسجد میں نوجوانوں کے رونے کا غل ہوا
امّ البنینؑ نے شکر کا سجدہ ادا کیا — اور دونوں ہاتھ اٹھا کے کہا اے کربلا
بیٹا گلہ میں کرتی تھی تجھ نورِ عین کا
تقصیر میری بخش دے صدقہ حسینؑ کا

قاصد سے پھر کہا کہ اب شاہ کا بیان — اس نے کہا کہ جسم میں تشنہ کے تھی نہ جاں
کھا کر سناں جو مر گیا اکبرؑ سا نوجواں — بس اور بھی حسینؑ ہوئے پیر و ناتواں
اب کیا کہوں کہ دفترِ عالم الٹ گیا
پیاسا گلا حسینؑ کا خنجر سے کٹ گیا

امّ البنینؑ نے پھر یہ کہا سر کو پیٹ کر — قاصد بتا کہ زینبؑ بیکس گئی کدھر
اس نے کہا کہ راہ میں تھا جب میں نوحہ گر — جاتے تھے اہلِ بیتِ محمدؐ برہنہ سر
ثابت لباس بھی نہ کسی کے بدن میں تھا
مشکل کشا کی بیٹی کا بازو رسن میں تھا

مرثیہ

جب لٹ کے کربلا سے اسیرِ ستم چلے — سجادؑ سر برہنہ بدرد و الم چلے
روتے سروں کو پیٹتے پابستۂ غم چلے — زینبؑ نے لاشِ شہ سے کہا بھائی ہم چلے
مرنے سے آپ کے میں یہ ایذا اٹھاتی ہوں
دربار میں یزید کے سر ننگے جاتی ہوں

ہے ہے مرے مسافرِ کرب و بلا حسینؑ — ہے ہے مرے غریب مرے مہ لقا حسینؑ
ہے ہے ملا تجھے نہ پانی کا قطرہ یا حسینؑ — ہے ہے تمام تن ترا ٹکڑے ہوا حسینؑ
پیاسے گلے پہ خنجرِ بیداد چل گیا
ہے ہے تڑپ تڑپ کے ترا دم نکل گیا

اے نینوا علیؑ کی بضاعت تجھے ملی — اے کربلا خدا کی امانت تجھے ملی
اے خاک میری ماں کی ریاضت تجھے ملی — لے اے زمیں شمعِ امامت تجھے ملی
دامن ترا بھرا مری کھیتی اجڑ گئی
سرحد میں تیری بھائی سے زینب بچھڑ گئی

یہ کہہ کے سر کو پیٹ کے روئی وہ دل جلی — آ کر نجف سے حال مرا دیکھو یا علیؑ
گردن رسن میں آپ کی بیٹی کی ہے بندھی — کہتی یہ ماریہ سے وہ باچشمِ تر چلی
ہے ہے میں کربلائے معلیٰ میں لٹ گئی
پردیس میں آ کے برادر سے چھٹ گئی

www.emarsiya.com

کیا لطف زندگی کا جو نقشہ بگڑ گیا   کیوں کر نہ تڑپوں آہ بڑا پیچ پڑ گیا
اس قافلہ کا قافلہ والا بچھڑ گیا   ہے ہے ہمارا کیسا بھرا گھر اجڑ گیا

پردیسیوں نے چھاؤنی جنگل میں چھائی ہے
بھائی نے میرے ایک نئی بستی بسائی ہے

جہاں بلا کے ہم سے دغا کی لعینوں نے   کیا کیا نہ ہم پہ جور و جفا کی لعینوں نے
کچھ بھی ذرا نہ شرم و حیا کی لعینوں نے   گردن قفا سے شہ کی جدا کی لعینوں نے

خیمہ جلا کے اہل ستم شاد ہو گئے
ہم کربلا میں آن کے برباد ہو گئے

بھائی پہ میرے سامنے نیزے چلا گئے   تیغ و تبر بدن پہ برابر لگا گئے
شبیر شکر شکر ہی منہ سے کہا کئے   اترا نہ شمر سینہ سے لے سر جدا کئے

روتی رہی میں وہ سر شبر لے گیا
بھائی کی میرے خوں بھری تصویر لے گیا

فریاد ہم غریبوں کی سنتا نہیں کوئی   کس سے کہیں جو ہم پہ مصیبت گزر گئی
ادر بھی منہ چھپانے کو منہ پر نہیں رہی   سر کھولے شہر شام میں آئی ہیں دل جلی

اعدا ہمیں دکھا کے سر شہ رلاتے ہیں
اب سامنے شقی کے مجھے لے کے جاتے ہیں

زینب سے سن کے رونے لگے ساکنان شام   پھر اس طرح سے پیٹ کے سر کو کئے کلام
بتلاؤ اے ستم زدہ کیا ہیں تمہارے نام   نیزوں کی نوکوں پر جو چڑھے ہیں سر تمام

سردار اس میں کون ہے اور کس کا سر ہے یہ
کس برج کے ستارے ہیں کس کا قمر ہے یہ

بانو نے دیکھ کر سر اکبر کو یہ کہا   اٹھارویں برس یہ چھٹا مجھ سے مہ لقا
کن کن مصیبتوں سے اسے میں نے پالا تھا   مجھ سے چھڑا کے لے گئی اک آن میں قضا

جنگل بسا گیا گھر میرا ویران کر گیا
نیزہ جگر پہ کھا کے جوانی میں مر گیا

پھر بولی دیکھ کر سر اصغر تو نوحہ گر   مجھ بے نصیب ہی کا یہ شش ماہہ تھا پسر
صدمہ جو پیاس کا ہوا ننھی سی جان پر   منہ سے زباں نکال دی ہونٹوں پہ پھیر کر

تیر ستم کے لگتے ہی نقشہ بدل گیا
ہچکی لے کے ساتھ سینہ سے بس دم نکل گیا

سر پیٹ کر یہ زینب بیکس نے تب کہا   آگے سروں کے نیزے پہ جو سر ہے چاند سا
ہے یہ حسین ابن علی شاہ کربلا   نانا نبی اسی کے ہیں اور ماں ہے فاطمہ

مظلوم و بے وطن ہے یہ اور تشنہ لب ہے یہ
بے غسل و بے کفن وہ ہے جس کی بہن ہوں میں